AL-IDAH
OPEN ACCESS
الإيضاح
Bi-Annual Research Journal
Published by
Shaykh Zayed Islamic Centre
University of Peshawar
www.al-idah.szic.pk
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
JUL - DEC 2019
VOL 37 : ISSUE 2

آیاتِ مجیئت ورحمت کی تشریح میں امام الدلجیؒ کے فنونِ علمیہ کا جائزہ

(مخطوطہ "الاصطفاء لبیانِ معانی الشفاء" کی روشنی میں)

An Overview of the Cognitive Contents of Imām Al-Daljī's Al-'Iṣtifā' li Bayān Maʿānī Al-Shifā' (Manuscript) in the Interpretation of the Qur'ānic verses on the advent of the Prophet and His Mercy

Waheed Iqbal
PhD research scholar, Department of Seerat Studies, University of Peshawar

Dr. Mursal Farman
Associate Professor, Department of Seerat Studies, University of Peshawar

Abstract:

The development communication has made the world a global village. Due to this interactive atmosphere epistemic collaboration takes place. Hence, international seminars and interfaith dialogues are viable and meaningful mode of communication. Qur'ān as the root source of sīrah explained by various interpreters according to their knowledge and taste. Imām al-Daljī (d. 947 A.H) also interpreted verses of seerah as well as "al-Shifā" text in his famous manuscript al-'Istif ā' li bayān Ma'ānī al-Shifā' in pure cognitive contents. The following research paper reviews the discussions of cognitive contents described under the interpretation of 'Āyāt al-Majī'ah and Rahmah in his Manuscript. The main objective is to focus the reality that the Qur'ān is not against the art education. In fact, the Qur'ān in itself has a very deep educational and artistic values. They can enhance the research keenness of human intellectual capacity in a best way.

Scan for Download

Key Words: *Seerah Studies, Imām Al-Daljī,Al-'Iṣtifā' li Bayān Ma'ānī Al-Shifā',*

CC BY

دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ کی ترقی نے دنیا کو (global village) بنا کر رکھ دیا ہے۔ جسکی وجہ سے آئے دن دنیا بھر کے ادیان (سماوی و غیر سماوی) اور مختلف نظریات کے حامل افراد سے پالا پڑتا رہتا ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ عہد جدید میں علمی مواد اور فنون پرستی کا چلن ہے۔اس لئے قومی اور بین الاقوامی نہج پر علمی مواد اور فنون کی بنیاد پر کئے جانے والے سیمینارز اور کانفرنسز ہی معنی خیز جانے جاتے ہیں۔ جسکی بناء پر اشتراکِ علمی کی فضا قائم ہوتی ہے۔

دوسری جانب سیرت نگاری دین اسلام کا اہم علمی میدان ہے۔ جسکی زمانہ تدوین سے آج تک روایت و درایت کی بنیاد پر مختلف طرز کی کتابیں منظر عام پر آرہی ہیں۔ بعض ان میں سے مطبوع ہیں۔ جبکہ تاہنوز غیر مطبوع (مخطوط) علمی مواد بھی موجود ہے۔تاہم امام الدلجیؒ (متوفی: ۹۴۷ھ) نے اپنے مخطوط **"الاصطفاء لبیانِ معانی الشفاء"** میں بڑی عرق ریزی سے علمی و فنی انداز اپنایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے تفنن علمی کی بنیاد پر فنی طرز میں مباحثِ سیرت کو اپنے مخطوط میں جگہ جگہ مختلف خوبصورت پیرایوں میں پیش کیا ہے ۔زیرِ نظر کاوش میں بطور نمونہ ان فنون علمیہ کی مباحث کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے آیاتِ محبیّت ورحمت کے ذیل میں بیان کئے ہیں۔

غرض وغایہ اس علمی کاوش سے یہ بات واشگاف کرنا ہے کہ قرآنی آیات واحادیث مبارکہ علم و فن کے خلاف نہیں بلکہ اپنے اندر گہری علمی و فنی مباحث و مسائل لئے ہوئے ہیں، بلکہ قرآن عظیم الشان ہی ان فنون علمیہ کا اصل منبع و سرچشمہ ہے۔ اگر فنی ذوق و شوق کو سامنے رکھتے ہوئے مخطوط کا زبانہائے عالم میں ترجمہ کیا جائے تو آج کے زمانہ میں ہر فن پسند و سیرت پسند فرد کی فنی اور علمی تشنگی دور ہو سکتی ہے ۔اور اس کے لئے امام الدلجیؒ کا مخطوط "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔

ماتنِ مخطوط کا نام وپیدائش: ابو الفضل، عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتی (۴۷۶ - ۵۴۴ھ = ۱۰۸۳-۱۱۴۹م) اُندلس کے ایک شہر سبتہ میں پیدا ہوئے۔[۱]

شارح مخطوط کا نام وپیدائش: ابو عبد اللہ، شمس الدین، محمد الدلجی محمد بن محمد بن احمد الدلجی العثمانی، الشافعی (۸۶۰-۹۴۷ھ) مصر کے ایک شہر دلجہ میں پیدا ہوئے۔[۲]

امام الدلجیؒ سے پہلے اہل سنت والجماعت کے سیرت نگاروں نے جس قدر اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ تمام قرآنی آیات ونصوص اور نقلِ روایات پر مبنی تھا۔ جب کہ تاریخ سیرت نگاراں کا مطالعہ کرنے سے معلوم یوں ہوتا ہے۔ کہ امام الدلجیؒ وہ پہلے سیرت نگار ہیں جنہوں نے علوم عالیہ (قرآن وحدیث) میں فنون آلیہ (صرف، نحو، منطق وغیرہ) کے اطلاقی پہلو کی پیش نظر اثرِ خامہ ثبت کیا۔ نیز قدیم عربی اشعار وکہاوتوں کو بطورِ محل استشہاد لا کر اسکی افادیت کو جلا بخشی، جسکی بنا پر یہ کہنا مبالغہ آمیز تبصرہ نہ ہوگا کہ یہ مخطوط ایک ہمہ جہت اور ہمہ گیر نوعیت کا علمی سرمایہ ہے۔اس میں صرف مباحثِ سیرت ہی کو نہیں بلکہ ہر فن کے مبادیات کے علاوہ دقائق کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ چنانچہ احکامات میں مذاہب فقہیہ اور مختلف فقہاء کے اقوال بیان کرتے ہیں، نیز مذہب

ومسلک کے تعصب سے بالاتر ہو کر دلیل ذکر کرتے ہیں۔ بہر حال فنون علمیہ کے طریقہ کار سے قرآنی نصوص واحادیث کی توضیح وتشریح کی اہمیت وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی بڑھتی جارہی ہے۔ ویسے بھی عصر حاضر علم اور تحقیق وتدقیق دوست ہے۔ اس لئے امام الدلجیؒ کا یہ مخطوط دورِ حاضر کی اہم ضرورت پوری کرتا ہے۔

آیتِ محیئت از ماتن قاضی عیاضؒ:

"اس میں ان آیات کا ذکر ہے کہ جس میں حضور ﷺ کی مدح وثنا اور خوبیوں کا شمار ہے۔ جیسے خدا تعالی کا یہ قول ہے: (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ من أنفسكم) الآية. سمرقندی (ابو اللیث) کہتے ہیں کہ بعض (قاریوں) نے (انفسکم) کو فاء کی زبر کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ جمہور کی قرات فاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ فقیہ قاضی ابو الفضل نے کہا ہے: اللہ تعالی نے مؤمنین، اہل عرب، اہل مکہ یا تمام انسانوں ــ مع اختلاف المفسرین ــ کو جتلایا ہے کہ بیشک اس نے ایک ایسے رسول کو مبعوث کیا ہے جو ان ہی میں سے ہے، جسے وہ پہچانتے ہیں، جس کی منزلت ان کے ہاں متحقق ہو چکی اور جس کی صداقت ایک معلوم واقعہ بن چکی۔ پس نہ تو ان کا آپ ﷺ پر جھوٹ کا کوئی الزام ہے اور نہ ہی قوم کے ساتھ بدخواہی کا کوئی اتہام کیونکہ آپ تو اسی قوم کے ایک فرد ہیں"۔[۳]

امام الدلجیؒ مباحثِ فنون علمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(لقد جاءكم رسول)[۴] اس آیت کریمہ سے ابتداء اس لئے کی کہ یہ آپ ﷺ کی انتہائی تعظیم اور اعلی درجہ کی تکریم پر مشتمل ہے، اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے لئے اپنے اسماء حسنی میں سے دو اسماء جمع کیے ہیں، نیز یہ آیت آپ ﷺ کی اپنی قوم پر مہربانی ورحمت اور ان کے اس حرص کو متضمن ہے کہ یہ سب ایمان لے آئیں، اور ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے، اس کی دلیل یہ آیتِ کریمہ ہے (لعلك باخع نفسك أن لا يكونوا مؤمنين)[۵] (من أنفسكم) تمہاری جنس اور تمہارے نسب میں سے، وہ تمہاری طرح عربی اور قریشی ہیں۔ (عزيز عليه ما عنتم) تمہیں ملنے والی ہر تکلیف ومصیبت، ان کو گراں اور شاق معلوم ہوتی ہے، انہیں ڈر ہے کہ تم عذاب میں پڑ جاؤگے۔ (حريص عليكم) جسے یہ دھن لگی ہوئی ہے کہ تم سب کے سب مسلمان ہو جاؤ۔ (بالمؤمنين) تم میں سے اور تمہارے علاوہ جو ہیں۔ (رؤف رحيم) "رؤف" کو مقدم کیا گیا؛ اس لئے کہ یہ ابلغ ہے؛ کیونکہ رافت، رحمت کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہے۔

اختلاف قراء ومفسرین از ماتن قاضی عیاضؒ:

امام سمرقندیؒ[۶] فرماتے ہیں: بعض نے اس لفظ کو یوں پڑھا ہے: (مِنْ أنفَسِكم) فاء کے فتحہ کے ساتھ یعنی: تم میں سے معززترین اور سب سے پاک طینت لوگوں میں سے ہے۔ یہ قراءت مروی ہے حضرت ابن عباسؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت عائشہؓ، امام ضحاکؒ،[۷] امام ابو العالیہؒ،[۸] اور ابن قسیطؒ[۹] سے۔ اور مستدرک حاکم میں

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: کہ آپ ﷺ نے اس کو اسی طرح پڑھا ہے۔ جب کہ جمہور کی قراءت، فاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔"[۱] ماتن قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ اس خطاب سے کس کو مخاطب کیا گیا ہے؟ اس امر میں مفسرین کا اختلاف ہے، کہ اللہ تعالی نے خطاب کیا، تمام مؤمنین کو یا عرب کو یا اہلِ مکہ کو یا سب لوگوں کو، کہ اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا ہے، ان میں ایک رسول ﷺ جو انہی میں سے ہے، جسے وہ لوگ پہچانتے ہیں، اس کے حلیہ اور صفات سے جو دونوں کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور لوگوں کو ان کی بلندی مقام کا پوری طرح یقین ہے، کہ وہ کریم النفس، شریف الحسب ہیں۔ اور ان کا اس رسول ﷺ کا انکار وکفر کرنا عناد کی وجہ سے ہے، حالانکہ آپ ﷺ ان کے پاس کھلی نشانیاں اور انتہائی غالب وٹھوس معجزات لے کر آئے تھے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں۔ اور ان لوگوں کو اچھی طرح علم ہے کہ وہ سچے ہیں۔ کیونکہ ان پر کبھی بھی جھوٹ کا الزام نہیں لگایا گیا۔ اور انہیں معلوم ہے کہ آپ ﷺ امانت دار ہیں کیونکہ بعثت سے پہلے انہیں "امین" کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ لہذا انہیں ان پر تہمت نہیں لگانی چاہئے۔

امام الدلجیؒ نحویانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ (فَلَا يَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ) "فلا" میں فاء، سببیت کے لئے ہے یا فصیحہ ہے، دونوں صورتوں میں معنی جدا ہوگا چنانچہ معنی فاء سببیت، بایں سبب کہ آپ ﷺ انہی لوگوں میں سے ہیں اور وہ آپ ﷺ کو اچھی طرح پہچانتے بھی ہیں۔ جبکہ معنی فاء فصیحہ، جب بات ایسی ہے جیسا کہ ذکر ہوئی تو مناسب ہے کہ یہ لوگ آپ ﷺ پر دعوی رسالت میں جھوٹ کا الزام نہ لگائیں۔ اور نہ قصوروار ٹھرائیں ان لوگوں کی خیر خواہی چھوڑنے کا ان امور میں جو انہیں دنیا وآخرت میں فائدہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ انہی میں سے ہیں۔ یہ ان سے تہمت کی نفی کی علت ہے۔ امام الدلجیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں تعریض ہے بطور ذم وتوبیخ اس شخص کو جو آپ ﷺ کو جانتے ہوئے بھی تکذیب کرتا ہے؛ کیونکہ جس کے صدق وامانت داری کا علم ہونے کے باوجود ان کی تکذیب کی جائے تو وہ بہت قبیح ہوتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے مشاہدہ بھی کیا تھا کہ آپ ﷺ کو دیے گئے تمام معجزات جو کہ انسانی طاقت سے باہر ہیں، تو آپ ﷺ کا ایسے معجزات لانا جن کے لانے سے دوسرے عاجز ہیں، اس میں آپ ﷺ کی تصدیق کرنے پر آمادہ کرنا ہے اور ابھارنا ہے آپ ﷺ کی فوری اتباع پر؛ کیونکہ ان لوگوں کا آپ ﷺ کے معجزات کی طرح معجزات لانے سے عاجز ہونا، آپ ﷺ کے صحتِ دعوی کی سچی دلیل ہے، لیکن حسد اور تکبر وغرور نے انہیں عناد کی وادیوں میں پھینک دیا، جس کی دلیل ابو جہل کا حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کو یہ کہنا ہے: اے عبد المطلب کی اولاد! جب تم لوگ نبوت بھی لے گئے، خانہ کعبہ کی خدمت بھی اور حجاج کو پانی وغیرہ پلانے کی خدمت بھی تو باقی قریش والوں کیلئے کیا بچے گا؟"[۱۱] امام الدلجیؒ کے نزدیک، ماتن قاضی عیاضؒ کے ظاہر صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطاب کے مخاطب عرب ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سب لوگ ہوں۔

امام الدلجیؒ عموم ثابت کرنے کے لیے منطقیانہ انداز اپناتے ہیں "لأن النوع إلى النوع أميَل"[۱۲] کیونکہ

نوع کا نوع کی طرف زیادہ میلان ہوتا ہے، اور وہ جو چیز لاتا ہے تو اس کو جلد قبول کیا جاتا ہے، پس جب وہ ان کے پاس ایسی چیز لائے گا جو انہیں اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز کردے تو وہ جان جائیں گے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کے لانے پر کوئی بشر قادر نہیں ہوسکتا، تو وہ ایمان لے آئیں گے، اور اگر وہ فرشتہ ہو تو انہیں اس کا پتہ نہیں چلے گا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ انہیں یہ خیال آجائے کہ یہ اس کے بس میں ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں میں سے کوئی اس کی تبلیغ سننے پر قادر ہوگا؛ کیونکہ بشری قویٰ ضعیف ہیں، فرشتہ کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے، جس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے: (ولو أنزلنا ملكًا لقضي الأمر)[١٣] یعنی: ان لوگوں کی ہلاکت وبربادی طے تھی؛ کیونکہ محض فرشتہ کو اس کی صورت میں دیکھنے سے ہی ان کی ارواح پرواز کرجاتیں۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک شخص نے یومِ بدر میں ایک فرشتہ دیکھا جو اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا: آگے بڑھو حیزوم! یہ سنتے ہی اس کا جگر پھٹ گیا۔[١٤] تو نبی کا انہی میں سے بشر ہونا ان پر نہایت مہربانی ورحمت ہے۔

آیتِ محیئت کی توضیح اقوال صحابہ سے از ماتن قاضی عیاضؒ:

"نیز یہ ہے کہ عربوں میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کے ساتھ آپ ﷺ کی کوئی قرابت ورشتہ داری نہ ہو۔ ابن عباس وغیرہ کے نزدیک خدا کے اس قول "إلا المودّة في القربى" کے یہی معنی ہیں۔ فاء کے فتحہ والی قرات کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ان میں سے اشرف، بلند تر اور افضل ہیں اور یہی اعلی درجہ کی تعریف ہے۔ پھر آپ کے اوصاف حمیدہ کے ساتھ تعریف اور بہت سی خوبیاں بیان کی گئیں کہ: آپ لوگوں کی ہدایت ودوستی اور ان کی قبولیت اسلام کے حریص ہیں۔ جو امور انھیں دنیا وآخرت میں تکلیف پہنچائیں وہ آپ پر گراں ہیں۔ آپ مؤمنین پر بڑے ہی مہربان ہیں"۔[١٥]

امام الدلجیؒ فنونِ علمیہ کی ابحاث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

آپ ﷺ عرب میں سے تھے، بلکہ عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا مگر یہ کہ اس کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریبی یا دور کی رشتہ داری تھی۔ امام الدلجیؒ نحویانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ مستثنیٰ صفت ہے "قبيلة" کی، اور اصل تو یہی ہے کہ اس پر واؤ داخل نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے: (وما أهلكنا من قرية إلا لها منذرون)[١٦] لیکن چونکہ یہ جملہ صورۃً حال کے مشابہ ہے اس لئے اس پر "واؤ" داخل ہوا تا کہ اس کے موصوف کے ساتھ لصوق کو اور مضبوط کردے، جیسا کہ اس آیت میں ہے (وما أهلكنا من قرية إلا ولها كتاب معلوم)[١٧] یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حال ہو "قبيلة" سے؛ اس لئے کہ "قبيلة" موصوف کے حکم میں ہے، گویا کہ یوں کہا: عرب قبائل میں سے کوئی ایسا قبیلہ نہیں، جس کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت یا رشتہ داری نہ ہو، حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اللہ تعالی کے اس قول: (إلا المودّة في القربى)[١٨] کے معنی ہیں، جیسا کہ امام بخاریؒ نے ان سے روایت کیا ہے کہ قریش کی کوئی ایسی شاخ نہیں تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کی رشتہ

داری نہ ہو، توآپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مگر یہ کہ تم لوگ میرے اور اپنے درمیان جو رشتہ داری ہے اس کا پاس رکھو۔[19] امام طبرانیؒ نے اسی مضمون کی روایت ان سے نقل کی ہے۔[20] اور مفسرین کی ایک کثیر تعداد اس کی قائل ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد ان کی رحمت ومہربانی کو طلب کرنا تھا؛ تاکہ وہ ان کے شر وایذاء سے بچے رہیں، اور اس سے غرض یہ تھی کہ آپ ﷺ ان کو اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو وہ پیغام پہنچا سکیں جو اللہ تعالی نے انہیں دے کر بھیجا تھا، امام الدلجیؒ مختصراً ناسخ منسوخ کی بحث کی طرف اشارۃ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت (إلا المودّة في القربى) منسوخ ہو گئی آیتِ جہاد ناسخ کی وجہ سے۔

امام الدلجیؒ فنی و علمی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ﴿كَوْنِهِ مِنْ أَشْرَفِهِمْ﴾ دوسری علت ہے جھوٹ وغیرہ کی تہمت کی نفی کے لئے، تو یہ معطوف ہے "کونہ منہم" پر اور آپ ﷺ نسب وحسب کے اعتبار سے ان کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں، اور مقام ومرتبہ کے اعتبار میں سے ان کے اعلی ترین لوگوں میں سے ہیں، اور مجد وکرم کے اعتبار سے ان کے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ (اِنفسکم فتحہ والی قراءت کے مطابق) یہ "نفاسۃ" سے ہے بمعنی "أكرمه"۔ اور آپ ﷺ اشرف، اکرم اور افضل ہیں۔

امام الدلجیؒ فرماتے ہیں کہ (هَذِهِ نِهَايَةُ الْمَدْحِ) "اسم اشارہ" کو مؤنث لایا گیا اپنے مابعد خبر کے اعتبار سے، نیز تحقیق صرفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "حمیدۃ" مبالغہ ہے "حمد" سے، یعنی: ان کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کو اپنی قوم پر شفقت اور رقت قلبی لاحق ہو جاتی تھی، انہیں اپنی قوم کی ہدایت ورشد پر آنے کی، کامیابی کے راستہ کی طرف بہت کڑھن تھی؛ تاکہ وہ فلاح حاصل کرلیں۔ اور انہیں ان کے اسلام لانے کی شدید خواہش تھی تاکہ وہ اس دین کو مان لیں اور اس کے تابع ہو جائیں جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ ماتنؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے: اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اپنے ناموں میں سے دو نام دیئے ہیں: رؤف اور رحیم۔

امام الدلجیؒ فنی ابحاث کی پیش نظر کہتے ہیں، کہ رؤف "رافۃ" سے ماخوذ ہے، جو انتہائی رحمت کو کہتے ہیں، اور یہ "فعول" کے وزن پر آیا ہے۔ اور رحیم یعنی: مہربان دوست اور بہت زیادہ رحم والا، رحموت اسم مبالغہ ہے "رحمۃ" سے۔ عربوں کے ہاں کہاوت ہے: "رهبوتٌ خيرٌ مِنْ رحموتٍ"۔[21] تیرے لئے بہتر ہے کہ تجھے ڈرایا جائے اس سے کہ تجھ پر رحم کیا جائے۔

امام الدلجیؒ کا ادبی ذوق اور تشریح الفاظ کیلئے تائیدی اشعار:

کعب بن مالک انصاری کہتے ہیں:[22]

نطيع نبينا ونطيع ربًّا　　　هو الرحمن كان بنا رؤوفًا[23]

ترجمہ: "ہم اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں اس رب کی جو رحمٰن ہے اور ہم

پر انتہائی مہربان۔"

اور "فعل" کے وزن پر بھی آتا ہے، چنانچہ جریر شاعر کہتا ہے:[24]

یری للمسلمین علیه حقًّا   کفعل الوالد الرَّؤْفِ الرحیم[25]

ترجمہ: "وہ خود پر مسلمانوں کا حق سمجھتے ہیں اس باپ کے کردار کی طرح جو انتہائی مہربان اور رحم والا ہے۔"

ماتن قاضی عیاضؒ آیتِ محیئت کے مضمون پر مشتمل دیگر آیات و اقوال ذکر کرتے ہیں:

"بعض علما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو اپنے ناموں میں سے دو نام عنایت فرمائے: رؤوف اور رحیم۔ ان کی مثال آیات: (لقد مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ ...)، (هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ ...) اور (كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولا مِنْكُمْ...) ہیں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے آیت میں مذکور اللہ تعالی کے قول (من أنفسكم) کے بارے میں روایت کیا ہے کہ: "تمہارے نسب، سسرال اور حسب میں سے بھیجا۔ میرے آباؤ واجداد میں آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک زنا نہیں ہوا۔ بلکہ سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے"۔[26]

امام الدلجیؒ مذکورہ آیات و اقوال صحابہ کے فنون علمیہ کے نکات بیان کرتے ہیں:

(لقد جاءكم رسول من أنفسكم) کی طرح جو مدح وثناء کے سیاق میں وارد ہوئی ہے، اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: (لقد من الله على المؤمنين)[27] اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے ان لوگوں پر جو ان پر ایمان لائے، اور مؤمنین کی تخصیص فرمائی حالانکہ یہ نعمت تو عام ہے، اس لئے کہ زیادہ فائدہ اس سے مؤمنین کو ہی ہوا ہے۔ (إذ بعث فيهم رسولًا من أنفسهم) انہی کے نسب میں سے۔ تو اس کے نعمت ہونے میں جس کے ذریعہ ان پر احسان کیا گیا ہے آپ ﷺ کی اس قدر عظمت شان، بلندی قدر اور علو مقام ہے جس پر مزید اضافہ کی گنجائش نہیں۔ اور یہ قول باری تعالی: (هو الذى بعث فى الأميين)[28] عرب امیوں میں بھیجا، اگرچہ ان کی بعثت عام ہے؛ اس لئے کہ آپ ﷺ ان میں سے ہیں اور اکثر ان میں سے نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ پڑھ سکتے ہیں، جس کا مستدل یہ حدیث ہے: "إنا أمة أمية لا نحسب ولا نكتب"۔[29] بعض نے کہا ہے: یہ نسبت ہے "اِم" کی طرف ہے یا بایں معنی کہ یہ لوگ ایسی حالت میں ہیں جس حالت میں اپنی ماؤں کے پیٹ میں تھے، یا یہ نسبت ہے ام القری مکہ کی طرف۔ (رسولًا منهم) انہی کی طرح امی (يتلوا عليهم آياته) ان کو آیتیں پڑھ کے سناتا ہے، حالانکہ وہ امی ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں۔ (ويزكيهم) انہیں گندے عقائد و اعمال سے پاک کرتا ہے (ويعلمهم الكتاب والحكمة) قرآن کریم اور شریعت یا دین کے معالم و اصول اور منقولات و معقولات کی تعلیم دیتا ہے۔ (يتلوا عليكم آياتنا ويزكيكم) تم کو ہماری آیتیں پڑھ کے سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ (من أنفسكم) کے بارے میں آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ

ﷺ نے فرمایا: نسبًا وصھرًا وحسبًا[۳۰] یعنی: عزت، شرف اور کرم کے اعتبار سے، جو باپ دادا کے مفاخر میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے آباء واجداد میں کوئی زنا سے نہیں، بلکہ سب نکاح سے ہوئے ہیں، امام الدلجیؒ قول کا مستدل ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ ابن کلبیؒ[۳۱] کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کی پانچ سوماؤں کے نام لکھے ہیں، میں نے ان میں کوئی بھی بدکاری نہیں پائی اور نہ ہی ایسی کوئی ایسی چیز پائی جس پر جاہلیت والے قائم تھے۔

امام الدلجیؒ مزید مدلل و محدثانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس کی دلیل ابن عدی اور طبرانی کہ یہ حدیث ہے: ''خرجت من نكاح ولم أخرج من سفاح''[۳۲]۔ اور زبیر بن بکار[۳۳] وغیرہ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ: کنانہ نے اپنے والد خزیمہ کی موت کے بعد ان کی بیوی برۃ بنت ادّ بن طابخہ سے نکاح کیا، جس سے نضر پیدا ہوئے تو یہ روایت مردود ہے اس بات سے جو جاحظؒ[۳۴] نے ذکر کی ہے کہ نضر، برّہ کی اولاد میں سے نہیں ہے، بلکہ اس کی بھتیجی برّۃ بنت مرّۃ بن ادّ سے پیدا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے لوگوں پر اس کا اشتباہ ہوا۔ امام الدلجیؒ تطبیق بین القولین کی پیش نظر فرماتے ہیں کہ اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ عمل اسلام سے پہلے مباح تھا، اور اس کی دلیل: (إلا ما قد سلف)[۳۵] ہے۔

مذکورہ بالا تحقیقات کے بعد امام الدلجیؒ نے ابن کلبیؒ کے قول پر جرح و تعدیل کی بحث کا آغاز کیا ہے:

تاریخ اس بات کے استحالہ کا تقاضہ کرتی ہے کہ آپ ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان پانچ سومائیں ہوں؛ اس لئے کہ بالاجماع آپ ﷺ اور عدنان کے درمیان اکیس آباء ہیں اور ابن اسحاق[۳۶] وغیرہ کے نزدیک عدنان اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان چھبیس آباء ہیں، نظر برآں آپ ﷺ اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان سنتالیس آباء مع سنتالیس امہات ہوں گے۔ ان دونوں اقوال (امام الدلجیؒ، ابن کلبیؒ) کے درمیان بہت بڑا تفاوت ہے، امام الدلجیؒ کے نزدیک تطبیق بین القولین یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امہات، ان کے چچوں اور آباء کے چچوں کی امہات کو تا آدم علیہ السلام شمار کیا جائے۔

ماتن قاضی عیاضؒ آیتِ رحمت آپ ﷺ کی مدح میں ذکر کرتے ہیں:

"اللہ تعالی نے فرمایا: ہم نے آپ کو سب جہانوں کی رحمت ہی کرکے بھیجا۔ ابو بکر محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے محمد کو رحمت کے ساتھ زینت دی۔ سو آپ کا وجود رحمت ہوا۔ آپ کے تمام خصائل و صفات مخلوق پر رحمت ہیں۔ پس جس نے آپ کی رحمت سے کچھ حصہ پا لیا تو وہ دونوں جہان میں سے ہر مکروہ چیز سے نجات پانے والا ہے اور ان دونوں میں ہر محبوب کی طرف پہنچنے والا ہے"۔[۳۷]

امام الدلجیؒ آیتِ رحمت کی مباحثِ فنیہ بیان کرتے ہیں:

اللہ تعالی نے فرمایا: (وما أرسلناك إلا رحمةً للعالمين)[۳۸] امام الدلجیؒ فرماتے ہیں کہ حال (رحمةً) کا

محل (ك) پر اطلاق کیا گیا ہے بطور مبالغہ اس امر میں کہ وہ رحمت والے ہیں جو لوگوں کی سعادت کا سبب ہیں، ان کے معاش ومعاد کی اصلاح کا، اور کافروں کے لئے خسف، مسخ اور بیخ کنی سے محفوظ ہونے کا سبب ہیں۔اور ''عالمین'' جمع ہے عالَم کی۔ جو اپنے ماتحت مختلف جنسوں کو شامل ہے۔ اور یہ جمع یاء اور نون کے ساتھ لائی گئی ہے عقلاء کو غلبہ دینے کے لئے۔ اور عالَم، مشتق ہے ''علم'' سے، اور یہ اسم ہے ہر اس چیز کا جس کے ذریعہ کوئی چیز جانی جاتی ہے، جیسے ''خاتم'' اسم ہے اس چیز کا جس کے ذریعہ کوئی چیز پوری اور ختم کردی جاتی ہے، پھر اس کا غالب استعمال ہوا ہر اس جنس میں جس کے ذریعہ خالق پہچانا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ خالق پر استدلال کیا جاتا ہے؛ کیونکہ عالَم اپنے امکان اور موجِد واجب لذاتہ کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے اس کے وجود پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: عالَم انس، عالَم مَلَک، عالَم جن۔ اور اسی طرح عالَم حیوان، عالَم افلاک، عالَم نبات، وغیرہ۔ اور بعض نے کہا: عالَم نام ہے علم والوں کا، یعنی: انس، ملائکہ اور جن کا۔ اور یہ ماسوی اللہ مجموعے کا نام نہیں ہے اس طور پر کہ اس کے افراد نہ ہوں، بلکہ اجزاء ہوں، لہٰذا اس کی جمع ممتنع ہے۔

ابو بکر بن ظاہرؒ[۳۹] فرماتے ہیں کہ (زَيَّنَ اللّٰه تَعَالَى مُحَمَّدٌ ﷺ بِزِينَةِ الرَّحْمَةِ) اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو رحمت کی زینت سے آراستہ فرمایا ہے)[۴۰] اور انہیں مزین کیا ہے رحمت والی صفات وطبائع اور کریمانہ خصوصیات کے ساتھ، مثلاً: شفقت، رقت قلبی، صلہ رحمی، نادار کی کفالت، محتاج کی مدد، مصائب میں لوگوں کی مدد کرنا وغیرہ صفات سے جن کا منشأ رحمت ہے اور یہ عمدہ اور کریمانہ اخلاق کے اصول میں سے ہے۔

امام الدلجیؒ مذکورہ قول میں فنی مباحث کا اطلاق کرتے ہوئے تین احتمالات ذکر کرتے ہیں:

الف: '' زِينَةِ الرَّحْمَةِ'' میں تشبیہ مؤکد ہے، اس طور پر کہ مشبہ بہ (زِينَةِ) کو مشبہ (الرَّحْمَةِ) کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یعنی: اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو رحمت کے ساتھ مزین فرمایا ہے ان آثارِ رحمت کے صدور کی وجہ سے جو آپ ﷺ کیلئے زینت ہیں، جیسا کہ: ''لجين الماء'' میں مشبہ بہ (لجين) کو مشبہ (الماء) کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اس شعر میں:

والريحُ تعبَث بالغصون وقد جرى ذَهَبُ الأَصِيْلُ على لُجَيْنِ الماء[۴۱]

ترجمہ: اور تیز ہوا ٹہنیوں کے ساتھ کھیلتی ہیں حالانکہ سونے کے ٹکڑے چاندی کی طرح سفید پانی پر جاری ہیں۔

ب: بطریق استعارہ ہے، اس طور پر کہ رحمت کو آپ ﷺ کی اس کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے آلہ زینت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے بطور استعارہ مکنیہ کے، اور اس کے لئے زینت کا اثبات تخییل ہے۔

ج: رحمت کی زینت کو دلہن کی زینت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو مختلف انواع زینت کے ساتھ مزین ہو۔ پھر اس سے ''زیّن'' فعل کا اشتقاق کیا گیا۔ تو مصدر میں استعارہ اصلیہ ہوا اور فعل میں تبعیہ ہوا۔

(فَكَانَ كَوْنُهُ) آپ ﷺ رحمت کے ساتھ کا موصوف ہونا (رَحْمَةً) رحمت ہونا جس کی دلیل یہ ہے

کہ آپ ﷺ کو اس کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔﴿وَجَمِيعُ شَمَائِلِهِ﴾ اور آپ ﷺ کے تمام شمائل، یہ "شمال" کی جمع ہے خلاف القیاس، یعنی کہ آپ ﷺ کے اخلاق محمودہ۔ جس کی دلیل جریر کا یہ شعر ہے:

ألم تعلما أن الملامة نفعها　　قليل وما لومی أخی من شماليا[42]

ترجمہ: "کیا تم دونوں کو علم نہیں، ملامت کا فائدہ تھوڑا ہوتا ہے، اور بھائیوں کو ملامت کرنا میرے اخلاق میں شامل نہیں"۔

تو یہ ملکات و نفسانی کیفیات ہیں، گویا کہ یہ جمع ہے شمالۃ کی، جیسے جمالۃ اور جمائل ہیں۔ ابو خراش کا شعر ہے:[43]

تَكَادُ يداه تُسْلِمان رِداءَهُ　　من الجودِ لما استَقْبَلَتْهُ الشمائِلُ[44]

ترجمہ: "قریب ہے کہ (زہیر بن عجوہ) کے ہاتھ اپنی چادر کسی بھی سائل کے حوالہ کردیں سخاوت کی وجہ سے، جب خصال حمیدہ اس کا استقبال کریں۔"

((وَصِفَاتِهِ رَحْمَةً عَلَى الْخَلْقِ)) اور ان کی صفات مخلوق پر رحمت ہیں، امام الدلجیؒ عالمانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رحمۃ کو "علی" کے ساتھ متعدی کرنے میں استعلاء کی طرف اشارہ ہے، کہ یہ صفت گویا سایہ کی طرح ان سب پر مرتفع اور بلند ہے۔ ﴿فمن أصابه شيئ مَنْ رَحْمَتِهِ﴾ پس جس کو اس محبت میں سے کچھ حصہ مل گیا، اور وہ اس پر سایہ فگن ہو گیا اس طور پر کہ اس نے آپ ﷺ کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے آپ ﷺ کی اتباع کی۔﴿فَهُوَ النَّاجِي فِي الدَّارَيْنِ مِنْ كُلِّ مَكْرُوهٍ﴾ وہ ابتداءً اور مآلاً دونوں جہان میں ہر مصیبت سے ناجی ہے۔﴿وَالْوَاصِلُ فِيهِمَا إِلَى كُلِّ مَحْبُوبٍ﴾ اور اسے ابتداءً اور مآلاً دونوں جہانوں میں ہر محبوب کا وصال نصیب ہوگا۔ اور یہ کلیہ دونوں جہانوں (دنیا و آخرت) میں ان دونوں (اللہ و رسول ﷺ) کے ساتھ مؤول ہے۔

ماتن قاضی عیاضؒ آیت رحمت کے مضمون پر مشتمل تائیدی روایت ذکر کرتے ہیں:

"پس آپ ﷺ کی زندگی اور موت رحمت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اسی طرح یہ بھی ارشاد فرمایا: جب اللہ کسی امت پر مہربانی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے نبی کو ان سے پہلے قبض کرلیتا ہے اور اسے امت کے لئے فرط و سلف (یعنی آگے جانے والا) بناتا ہے"۔[45]

امام الدلجیؒ مذکورہ روایت کی فنی مباحث کا آغاز کرتے ہیں:

حارث ابن ابی اسامہ[46] اور امام بزار[47] نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ﴿حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ وَمَوْتِي خَيْرٌ لَكُمْ﴾ میری زندگی لوگوں کے لئے بہتر ہے اور میری رحلت بھی تم لوگوں کے لئے بہتر ہے۔[48] اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے: (وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم)[49] اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا درآں حالیکہ آپ ان کے درمیان موجود ہوں (زندہ اور میت)۔ اور اسی طرح فرمایا امام مسلمؒ[50] نے روایت کیا ہے۔﴿إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً بِأُمَّةٍ

قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا)[۵۱] جب اللہ تعالی کسی امت کے ساتھ رحمت کاارادہ کرتے ہیں تواس کے نبی کو اس سے پہلے ہی اٹھالیتے ہیں، اور اسے ان لوگوں کے لئے فرط وسلف بنادیتے ہیں۔یہاں "فعَل" بمعنی "فاعل" ہے یعنی: نبی کو متقدم اور سابق بناتے ہیں، ان لوگوں کے لئے اجر بنادیتے ہیں جو ان سے پہلے چلا جاتا ہے تاکہ یہ لوگ اس کے پاس آئیں۔ اور اسی کی مثل یہ حدیث ہے: "أنا فرطكم على الحوض"۔[۵۲] میں تم لوگوں سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا۔ لیکن "فرط" اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو پانی پینے والوں سے پہلے جاتا ہے تاکہ ان کے لئے ڈول، رسی وغیرہ کا بندوبست کرے اور حوض بھر کر انہیں پانی پلائے۔

ماتن قاضی عیاضؒ آیت رحمت کے مضمون پر مشتمل تائیدی اقوال ذکر کرتے ہیں:

سمرقندی کہتے ہیں کہ (رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ) سے مراد جن وانس ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام مخلوق کے لئے: مؤمن کے لئے ہدایت کے ساتھ، منافق کے لئے قتل سے امان کے ساتھ اور کافر کے لئے عذاب کی تاخیر کے ساتھ۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مؤمنوں اور کافروں دونوں کے لئے رحمت ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے واسطے سے دونوں کو ان عذابوں سے عافیت ملی جو گزشتہ پیغبروں کو جھٹلانے والی امتوں پر آئے۔ کہا گیا ہے کہ جبریل سے پوچھا گیا کہ تم کو بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا۔ جواب دیا کہ: ہاں، میں اپنے انجام سے ڈرا کرتا تھا۔ لیکن اب میں بے خوف ہو گیا ہوں کیونکہ اللہ نے اپنے اس قول (ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ. مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ یعنی قوت والے صاحبِ عرش کے پاس جو کہ باعزت متبوع ہے وہاں پر امین ہے) سے میری تعریف کی ہے۔ جعفر بن محمد صادق سے اللہ کے اس قول (فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ) سے مراد یہ ہے کہ: بے شک اِصحاب یمین کو ملنے والی سلامتی آپ ﷺ کی مہربانی اور کرم کے باعث ہے۔[۵۳]

امام الدلجیؒ مذکورہ اقوال کی فنی مباحث کا آغاز کرتے ہیں:

امامِ ہدایت ابو اللیث سمرقندیؒ[۵۴] نے فرمایا ہے (السَّمَرْقَنْدِيُّ) راء کے سکون کے ساتھ یہ حنفی ہیں۔ (رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ) رحمةً للعالمین جن وانس کے لئے، بعض نے کہا: تمام مخلوق کے لئے اس طور پر کہ مؤمن کے لئے بوجہ ہدایت رحمت ہے اور منافق کے لئے بوجہ قتل سے مامون ہونے کے رحمت ہے اور کافر کے لئے بوجہ عذاب کو مؤخر کرنے کے رحمت ہے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔ ﴿قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں، جسے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفاسیر میں، امام طبرانیؒ[۵۵] نے اور امام بیہقیؒ[۵۶] نے "دلائل النبوۃ" میں۔ ﴿هُوَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ، إِذْ عُوفُوا مِمَّا أَصَابَ غَيْرَهُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْمُكَذِّبَةِ)آپ ﷺ مؤمنین اور کافروں کے لئے رحمت ہیں؛ اس لئے کہ انہیں عافیت میں رکھا گیا ہے ان عذابوں سے جو ان کے علاوہ دیگر امم مکذبہ پر آئے تھے۔

﴿وَحُكِيَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِجِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَلْ أَصَابَكَ مِنْ هَذِهِ الرحمة شيء) اور حکایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: کیا آپ کو اس رحمت کا کچھ حصہ پہنچا ہے؟) امام الدلجیؒ فرماتے ہیں کہ معہود فی الذہن کی طرف اشارہ ہے؛ اس لئے کہ رحمت ایسے معنی ہیں جسے اللہ تعالی اپنی مخلوق میں، جس کے اندر چاہے پیدا کرتا ہے۔ اور اس میں لوگ متفاوت ہوتے ہیں۔ ﴿قَالَ: نَعَمْ) حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا ﴿كُنْتُ أَخْشَى الْعَاقِبَةَ فَأَمِنْتُ لِثَنَاءِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيَّ بِقَوْلِهِ ذِي قُوَّةٍ)[57] جی ہاں، مجھے عاقبت کا ڈر تھا یعنی: سوء خاتمہ کا، تو میں محفوظ ہوگیا اللہ تعالی کی میرے حق میں ثناء سے "ذی قوۃ" کہہ کر یعنی: انتہائی زیادہ قوت والا، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے (علّمه شديد القوى)[58] ایسا فرشتہ جس کے قوی انتہائی مضبوط ہیں جو کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، مروی ہے کہ انہوں نے قوم لوط کی بستیاں جڑ سے اکھاڑ کر آسمان تک اٹھائیں، پھر انہیں الٹا کرکے زمین پر پٹخ دیا۔ اور ثمود پر ایک زبردست چیخ ماری تو وہ صبح اوندھے منہ پائے گئے۔[59] (عند ذي العرش مكين)[60] اللہ تعالی کے ہاں ان کا بڑا رتبہ ہے (مطاع) ان کی بات مانی جاتی ہے ملائکہ میں (ثم أمين) امانت دار ہیں وحی پر، امام الدلجیؒ فرماتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ حکایت کس نے روایت کی ہے۔

جعفر بن محمد الصادق کی روایت کی تحلیل:

(وَرُوِيَ عَنْ جَعْفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى) اللہ تعالی کے اس قول کے بارے میں جعفر بن محمد الصادق سے روایت ہے (فسلام لك من أصحاب اليمين)[61] اے محبوب آپ پر سلام ہو داہنی طرف والوں سے (أَيْ بِكَ إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَتُهُمْ مِنْ أَجْلِ كَرَامَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ) اے محمد! تیرے سبب اصحاب الیمین کو سلامتی ملی محمد ﷺ کی تکریم کی خاطر۔ امام الدلجیؒ فن بلاغت کے نکات بیان کرتے ہیں کہ یہاں اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ رکھا گیا، اس صورت میں "من" زائد ہوگا۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ "من" لام تعدیہ کے معنی میں ہو۔ تو آیت کا معنی یوں آئیگا یعنی: تیرے سبب اصحاب الیمین کو سلامتی ملی؛ بوجہ تکریم الٰہی برائے پیغمبر ﷺ۔ اور اس بات میں تکلف بعید ہے۔

امام الدلجیؒ اپنی رائے پیش کرتے ہیں (معني الاية فسلام لك يا صاحب اليمين من اخوانك اصحاب اليمين اي يقال له سلام لك اي مسلم لك انك منهم) تو آیت کا معنی یوں آئیگا: سلام ہو تجھ پر اے صاحب یمین تیرے اصحاب یمین بھائیوں کی طرف سے۔ یعنی: آپ ﷺ کو کہا جائے گا: سلام لک، اور یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ آپ ﷺ بھی ان میں سے ہیں۔ امام الدلجیؒ اپنی دوسری رائے پیش کرتے ہیں (او يا محمد انك لا تري فيهم الا ما تحب من سلامتهم من العذاب و ان كان منهم من يقول يوم القيامة سلام

عليك) توآیت کا معنی یوں آیئگا: اے محمد! تجھے ان لوگوں میں صرف وہی بات نظر آئے گی جو تجھے پسند ہے یعنی: ان کا عذاب سے محفوظ ہونا، اور ان میں سے کچھ آپ ﷺ کو قیامت کے دن کہیں گے: سلام علیک۔

خلاصہ کلام:

علمی و فنی انداز سے نصوص کی توضیح دورِ حاضر میں مزید بڑھ گئی ہے، دنیا گاؤں کی طرح محدود ہو چکی ہے، اور عام آدمی کو ہر جگہ ہر وقت جدید الیکٹرانک میڈیا میسر ہونے کی وجہ سے مختلف نظریات کے حامل افراد کا سامنا رہتا ہے۔ جن کیلئے مذہبی مکالمہ دلائل منصوصہ کی حد تک کافی نہیں بلکہ علمی و فنی اور عقلی تحقیق وتدقیق کی ضرورت بھی پڑتی ہے، اس پیش آمدہ امر کو بہت حد تک حل کرنے میں مخطوط "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" ممد ثابت ہو سکتا ہے۔

امام الدلجیؒ کی آیتِ محیئت و رحمت کے تحت تشریح کا گہرائی و گیرائی سے جائزہ لیا جائے تو ان دونوں آیتوں میں تقریبًا تمام علومِ عالیہ وفنونِ آلیہ سے تعرض کیا گیا ہے مثلًا: تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، تفسیر القرآن باقوال الصحابہ، تفسیر القرآن بالرای، علم قراءت، اسبابِ نزول آیات، علم ناسخ ومنسوخ، علم جرح وتعدیل و تطبیق بین القولین، علم الحدیث والسیرۃ، علم نحو وترکیب، علم صرف وعلم اشتقاق، علم بیان و معانی، علم تاریخ، علم اللغۃ، علم الادب و ضرب الامثال، علم منطق، نیز تمام مخطوط کی توضیح میں مذکورہ بالا علوم عالیہ و فنونِ آلیہ کے علاوہ علم عقائد، علم فقہ اور علم عروض سے صرف مدد ہی نہیں لی بلکہ فنون علمیہ کا اطلاقی پہلو اجاگر کر کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام کو ایصال إلى المطلوب کی حد تک مقصود میں کامیابی مل جائے۔ اس طرح بطور نظیر ونمونہ مضمون سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنی آیات و نصوص علم و فن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن عظیم الشان ہی ان فنون علمیہ کا اصل منبع و سرچشمہ ہے۔ امام الدلجیؒ کو اس طرز پر خدامِ سیرت کے میدان کا شہسوار کہا جا سکتا ہے۔ نیز اگر فنی ذوق و شوق کو سامنے رکھتے ہوئے مخطوط کا زبانہائے عالم میں ترجمہ کیا جائے تو آج کے زمانہ میں ہر فن پسند فرد کی فنی اور علمی تشنگی دور ہو سکتی ہے۔ اور اس کیلئے امام محمد الدلجیؒ کا مخطوط "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ ابو الفضل، عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتی (۴۷۶-۵۴۴ھ = ۱۰۸۳-۱۱۴۹م) اُندلس کے ایک شہر سبتہ میں پیدا ہوئے؛ مذہبِ مالکی کے جلیلُ القدر فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث، لغت، اشعار، انساب اور وقائع عرب میں مہارت رکھتے تھے۔ اِن کے علمی ورثہ میں مشہور

تصنیفات درج ذیل ہیں: مشارق الانوار علی صحاح الآثار، ترتیب المدارك وتقریب المسالك، الالماع الی معرفة اصول الروایة وتقیید السماع، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی وغیرہ۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: وفیات الأعیان ۳: ۴۸۳، شذرات الذھب ۶: ۲۲۶

۲۔ ابو عبد اللہ، شمس الدین، محمد الدلجی محمد بن محمد بن محمد بن احمد الدلجی العثمانی، الشافعی (۸۶۰ - ۹۴۷ھ) مصر کے ایک شہر دلجہ میں پیدا ہوئے؛مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: فھرس دار الکتب المصریة ۲: ۲۱۲

۳۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى 14:1

۴۔ سورۃالتوبہ: ۱۲۸

۵۔ سورۃالشعراء: ۳

۶۔ آپ کا پورا نام نصر بن محمد بن احمد بن إبراہیم السَّمَرْقَنْدی، ابو اللیث ہے ملقب بإمام الھدی ہیں۔ آئمہ احناف میں سے ہیں، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الفوائد البھیة ۲۲۰ والجواہر المضیہ ۲: ۱۹۶ و الآصفیہ ۳: ۲۵۰

۷۔ آپ کا پورا نام الضحاک بن مزاحم الھلالی الخراسانی حضرت ابو ھریرۃؓ، ابن عباسؓ، ابن عمر، انس اور طاوسؒ سے روایت کرتے ہیں، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الکاشف للذہبی (۵۰۹/۱ رقم ۲۴۳۷)، و تقریب التھذیب لابن حجر (ص: ۲۸۰ رقم ۲۹۷۸).

۸ ۔ آپ کا پورا نام ابو العالیہ رُفَیع بن مہران ابو العالیہ الرِیاحی کثیر الارسال راوی ہیں ۹۰ھ یا ۹۳ھ میں وفات پائی، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الکاشف للذہبی (۳۹۷/۱ رقم ۱۵۸۵)، و تقریب التھذیب لابن حجر (ص: ۲۱۰ رقم ۱۹۵۳).

۹ ۔ آپ کا پورا نام یزید بن عبد اللہ بن قسیط اللیثی حضرت ابو ھریرۃؓ اور ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الکاشف للذہبی (۳۸۶/۲ رقم ۶۳۲۹)، و تقریب التھذیب لابن حجر (ص: ۶۰۲ رقم ۷۷۴۱).

۱۰۔ أخرجه الحاكم فى "المستدرك" (۲۶۲/۲ برقم: ۲۹۴۵)

۱۱۔ أخرجه الإمام الطبرانى (فی المعجم الکبیر: ۱۳۸۳/۳ رقم ۸۶۰)

۱۲۔ مخطوطہ "الاصطفاء لبيان معانى الشفاء" اسم المکتبۃ: السلیمانیہ، ترکیا، استانبول، ص؛ ۳۷ رقم، الحفظ: ۲۰۹

۱۳ ۔ سورۃالانعام: ۸

۱۴۔ أخرجه الإمام مسلم (فی صحیحہ: ۱۳۸۳/۳ رقم ۱۷۶۳)

۱۵۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفی 14:1

۱۶۔ سورۃ الشعراء: ۲۰۸

۱۷۔ سورۃ الحجر: ۴

۱۸۔ سورۃ الشوری: ۲۳

۱۹۔ أخرجه البخاری (فی صحیحہ البخاری: ۱۷۸/۴ رقم ۳۴۹۷)

۲۰۔ أخرجه الطبری ۲۵/۲۳، والطبرانی (۱۲۲۳۳) و (۱۲۲۳۸)

۲۱۔ مخطوط "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" ص:۳۸ و مجمع الأمثال، رقم: ۱۵۲۷، ۱: ۲۸۸

۲۲۔ آپؓ کا پورا نام کعب بن مالک بن عمرو بن القین، الأنصاری السلمی (بفتح السین واللام) الخزرجی ہے، مشہور صحابی ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الأغانی ۱۵: ۲۹ والإصابہ: ت ۷۴۳۳

۲۳۔ البدایه والنهایه لابن کثیر: (۳۴۵/۴).

۲۴۔ آپ کا پورا نام جریر بن عطیۃ بن حذیفہ الخطفی بن بدر الکلبی الیربوعی قبیلہ تمیم سے تعلق تھا، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: وفیات الأعیان ۱: ۱۰۲

۲۵۔ الکامل فی اللغة والأدب لأبی العباس المبرد (۱۰۴/۲).

۲۶۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی ۱: ۱۵

۲۷۔ سورۃ آل عمران: ۱۶۴

۲۸۔ سورۃ الجمعۃ: ۲

۲۹۔ أخرجه ابن أبی شیبه ۸۵/۳، و مسلم (۱۰۸۰)، والنسائی فی "المجتبی" ۱۴۰/۴، ۱.

۳۰۔ ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، جیسا کہ الشارحؒ نے ذکر کیا، وہ مسند مفقود ہے، تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی۔

۳۱۔ آپ کا پورا نام ابو النضر محمد بن السائب بن بشر بن عمرو ابن الحارث الکلبی ہے، ماہر علم انساب شمار کیے جاتے ہیں، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: تهذیب التهذیب ۹: ۱۷۸

۳۲۔ أخرجه عبد الرزاق فی تفسیره ۲۹۱/۱، وابن جریر فی تفسیره ۹۷/۱۲۔

۳۳۔ آپ کا پورا نام ابو عبد اللہ الزبیر بن بکار بن عبد اللہ القرشی الأسدی المکی حضرت الزبیر بن العوام کی اولاد میں آتے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: ابن خلکان ا: ۱۸۹ وآداب اللغۃ ۲: ۱۹۳ وتاریخ بغداد ۸: ۴۶۷.

۳۴۔ آپ کا پورا نام ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی بالولاء، اللیثی، جاحظ کے نام سے مشہور ہیں نیز ادب کے ائمہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ممزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: إرشاد الأریب ۶: ۵۶-۸۰ والوفیات ۳۸۸:۱

۳۵۔ سورۃ النساء: ۲۲

۳۶۔ آپ کا پورا نام محمد بن إسحاق بن یسار المطلبی بالولاء، المدنی ہے، تمام عرب مؤرخین میں سب سے مقدم ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: تھذیب التھذیب ۹: ۳۸

۳۷۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی ا: ۱۶

۳۸۔ سورۃ الأنبیاء: ۱۰۷

۳۹۔ ملا علی القاریؒ شرح الشفاء میں فرماتے ہیں کہ ایک نسخہ میں محمد بن طاہر ہے، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: شرح الشفا (۴۴/۱)

۴۰۔ مجھے ان الفاظ کے ساتھ نہ مل سکی، زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ بہت غریب ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: تخریج الکشاف (۳۳۶/۱ رقم: ۳۴۲) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں ملی، ابو لیث نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ (۳۷۰/۱).

۴۱۔ یہ شعر بحر کامل سے ہے، جوکے ابن خفاجہ الأندلسی، نے اپنے دیوان میں ذکر کیا ہے، عبد اللہ کی تحقیق اسکی سند ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: (بیروت: دار المعرفۃ، ط ا، ۱۴۲۷/۲۰۰۶)، ص ۱۳-۱۴ اور تاج العروس میں بلا نسبۃ ذکر ہے۔ ۵۹/۱

۴۲۔ یہ شعر بحر طویل سے ہے، ابو علی نے جریر کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور یہ عبد یغوث حارثی کے قصیدۃ میں واقع ہوا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الأغانی ۲۵۹/۱۶؛ وخزانۃ الأدب ۱۹۷/۲

۴۳۔ آپ کا پورا نام خویلد بن مرہ ہے۔ آپ کا تعلق مضر میں سے بنی ہذیل سے ہے، مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الأغانی ۲۱: ۳۸-۴۸ والإصابہ ا: ۴۶۴

۴۴۔ یہ شعر بحر طویل سے ہے، إشعار ہذلیین کی شرح میں إبی خراش کا ہے، ص ۱۲۲۲ اور لسان لعرب ۱۳۸/۳

۴۵۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی ا: ۱۶

۴۶۔ آپ کا پورا نام الحارث بن محمد بن إبی إسامہ داہر التمیمی، آپ حفاظ الحدیث میں سے ہیں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: مرآۃ الجنان ۲: ۱۹۴ وتذکرۃ الحفاظ ۲: ۱۷۵

۴۷۔ آپ کا پورا نام احمد بن عمرو بن عبد الخالق ابو بکر البزار ہے،آپ حفاظ الحدیث میں سے ہیں۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: تذکرۃالحفاظ ۲: ۲۰۴ وشذرات الذہب ۲: ۲۰۹

۴۸۔ أخرجه البزار (كشف الأستار ۱/۳۹۷)

۴۹۔ سورۃالأنفال: ۳۳

۵۰۔ آپ کا پورا نام ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوریؒ ہے۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: تذکرۃالحفاظ ۲: ۱۵۰، تہذیب التھذیب ۱۰: ۱۲۶

۵۱۔ أخرجه مسلم (۶۵/۷)،البيهقى فى "دلائل النبوة" (۷۷/۳)۔

۵۲۔ أخرجه مطولا ومختصرا ابن أبى شيبه۴۳۹/۱۱، ومسلم (۲۲۹۷) (۳۲)۔

۵۳۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى۱: ۱۷

۵۴۔ آپ کا پورا نام ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن إبراہیم السَّمَرْقَنْدی ہے، امام الہدی کی لقب سے ملقب ہیں۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: الفوائد البہیہ ۲۲۰ والجواہر المضیہ ۲: ۱۹۶

۵۵۔ آپ کا پورا نام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی ہے،آپ کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے،مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: وفیات الأعیان ۱: ۲۱۵

۵۶۔ آپ کا پورا نام احمد بن الحسین بن علی ہے،ائمہ حدیث میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجیئے: شذرات الذہب ۳: ۳۰۴

۵۷۔ تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملا۔

۵۸۔ سورۃالنجم: ۵

۵۹۔ دیکھئے: تفسیر البیضاوی (۱۵۷/۵)، والسراج المنیر (۱۲۳/۴).

۶۰۔ سورۃالتکویر: ۲۰

۶۱۔ سورۃالواقعۃ: ۹۱